سید محمود آزاد، مظفر آباد (آزاد کشمیر) (آخری قسط)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز کے مددگار

محمد حیات خان نے زخمی جنرل کی نگہداشت کی اور اس وفاداری کے سبب جنرل نکلسن ہمیشہ انکا ممنونِ احسان رہا اور اسی کی سفارش پر برطانوی حکومت نے محمد حیات خان کو واہ اور اس کے قرب و جوار میں وسیع جاگیر دی۔ دہلی فتح ہونے کے بعد محمد حیات خان پشاور واپس آیا اور یہاں اسے تھانیدار مقرر کیا گیا۔ چند دن بعد اسے یہاں سے تبدیل کر کے تلہ گنگ کا تحصیلدار مقرر کیا گیا، یہاں سے اسے ترقی دے کر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اس حیثیت میں اس نے پشاور اور بنوں میں برطانوی سرکار کے لئے خدمات انجام دیں اس نے یہاں رہ کر محمد خیل وزیریوں کو مغلوب کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ ۱۸۷۲ء میں اسے اسسٹنٹ کمشنر بنادیا گیا اور گورنمنٹ ہند نے اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا ۱۸۷۸ء میں اسے سی ایس آئی کا خطاب دیا گیا اور اسی دوران اسے کرم فیلڈ فورس کا انچارج بنایا گیا۔

۱۸۹۹ء میں اسے نواب کا خطاب دیا گیا، اس کے بیٹے محمد اسلم حیات اور چچیرے بھائی سعد اللہ خان کی بھی برطانوی سرکار نے پوری پوری عزت افزائی کی اور انہیں اعلیٰ عہدے دیئے گئے۔ محمد حیات خان کے سوتیلے بھائی بہادر خان کو بھی برطانوی سرکار نے اپنی نوازشیوں سے نوازا اور اسے ایک خلعت کے ساتھ راولپنڈی میں انسپکٹر پولیس مقرر کیا۔

سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب میں کوٹ فتح خان کے گھیبوں کا بھی خصوصیت سے ذکر کر کے برطانوی حکومت کے لئے ان کی خدمات کو سراہا ہے۔ کوٹ فتح خان میں اس خاندان کا بانی گماں خان تھا۔ جس کی اولاد نے آگے ترقی کی اور اس علاقہ میں اقتدار حاصل کر لیا سکھوں کے زمانے میں اس خاندان کے بڑے حریف پنڈی گھیپ کے ملک تھے۔ اس زمانے میں اس علاقہ کا موثر زمیندار محمد خان تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا فتح خان جانشین ہوا، جس نے اپنے باپ کے قاتلوں کو ختم کر کے اپنا راستہ صاف کیا۔ انگریزوں اور سکھوں کی لڑائی میں اس نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور جنرل نکلسن اور ایبٹ نے اسے انعامات عطا کئے۔ ۱۸۵۷ء میں فتح خان برطانوی سرکار کا خیر خواہ رہا۔ اس زمانے میں یہ علاقہ راولپنڈی کے ساتھ شامل تھا اور فتح خان یہاں وسیع اراضیات کا مالک تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی جگہ اس کا بھتیجا ان اراضیات کا مالک بنا کیوں کہ اس کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس ضلع میں گوندل خاندان کے بااثر زمینداروں کا ذکر بھی کتاب میں موجود ہے۔ انگریزوں کے معاون رہنے اور ان میں قاضی علی گوندل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ لوگ نسلاً گکھڑ ہیں اور علاقہ گوندل کی مناسبت سے انہیں گوندل بھی کہا جاتا ہے۔ اس خاندان کا بانی محمد صادق ہے جو ہمایوں کے عہد حکومت میں اس طرف آیا اور علاقہ چھچھ میں اٹک سے چھ میل دور موضع فتو چک میں رہائش اختیار کی۔ اس کی چوتھی پشت سے یہاں ایک شخص محمد صادق قاضی مقرر ہوا اور اس کے سبب اس خاندان کا لقب قاضی مشہور ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں اس خاندان سے قاضی فضل احمد نے برطانوی سرکار کے لئے بھرپور خدمات انجام دیں۔ یہ قلعہ اٹک میں برطانوی فوج کو رسد پہنچاتا رہا، اس کی اولاد پر بھی انگریزوں نے خاص نوازشات کیں اور قاضی علی قدر اسی شاخ سے تھا جو اس علاقہ کا رئیس تسلیم کیا جاتا تھا۔

ضلع میانوالی

میانوالی کے روسائ میں خصوصیت سے خان بہادر نواب محمد عبدالکریم خان رئیس عیسیٰ خیل کے خاندانی حالات پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کے عہد حکومت ۱۷۴۷ء تا ۱۷۷۳ء میں اس علاقہ کا بااثر رئیس ایک شخص دلیل خان نامی تھا۔ سابقہ خدمات کے پیش نظر احمد شاہ ابدالی نے اسے اس علاقہ میں چار پٹہ جات عطا کئے اور علاقہ بنوں اور مروات کا محاصل وصول کرنا اس کے ذمہ قرار پایا، اسکی

رحلت کے بعد اسکا بیٹا خان زمان اس خدمت پر متعین رہا اس کے بعد اس کا بیٹا عمر خان اس نواح میں مقتدر رہا۔ اس وقت ڈیرہ کے علاقہ کی ریاست ایک نواب کے پاس تھی۔ ۱۸۲۵ء میں عمر خان کی جگہ اس کا بیٹا احمد خان رئیس مقرر ہوا۔ اس کے زمانہ میں عیسیٰ خیل کے تمام علاقہ پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قبضہ کرلیا اور سکھوں نے احمد خان کی سرداری بحال رکھی لیکن سکھوں نے اس کے گزارہ کے لئے جو جاگیر رکھی وہ اس کے خاندان کے لئے ناکافی تھی۔ جب احمد خان نے اس پر اعتراض کیا تو اس علاقہ کے سکھ گورنر نے اسے باغی قرار دے دیا اور اس طرح ایک طویل مدت تک اسے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی محمد خان علاقہ کا رئیس قرار پایا لیکن دیوان لکھمی مل سکھ گورنر نے اس کے پاؤں بھی نہ لگنے دیئے۔ جب پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو صوبہ کے لئے گورنر دان کوٹ لینڈ نے محمد خان کی ریاست بحال کردی اور سکھوں کے ساتھ دوسری لڑائی میں محمد خان نے دل کھول کر انگریزوں کا ساتھ دیا۔

محمد خان کا انتقال ۱۸۵۵ء میں ہوا۔ اس نے اپنی رحلت سے تھوڑا عرصہ پہلے اپنی ریاست اپنے سات بیٹوں کے نام کردی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں جب آزادی کی جنگ شروع ہوئی تو ان ساتوں بھائیوں نے اپنے اپنے طور پر برطانوی سرکار کی مدد کی اور ہر معرکہ میں برطانوی سرکار کے مفاد کے لئے سینہ سپر رہے۔

۱۸۵۷ء میں جب جنگ شروع ہوئی تو محمد ایاز خان خود ایک رسالہ بھرتی کر کے خدمت کے لئے ڈپٹی کمشنر بنوں کے پاس حاضر ہوا اور اسکے حکم کے مطابق خدمت بجالاتا رہا۔ محمد سرفراز خان اور محمد عبداللہ خان بھی اپنے اپنے رسالے بھرتی کر کے برطانوی حکام کے پاس حاضر ہوئے۔ مختلف معرکوں میں عبداللہ خان نے خوب داد شجاعت دی اور بعد میں اسے خان بہادر کا خطاب دیا گیا۔ اسے آرڈر آف برٹش انڈیا کا تمغہ بھی عطا ہوا۔ چھ ہزار روپے کی جاگیر ملی اور بعد میں بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز رہا، بعد میں برطانوی سرکار نے اس کے بیٹوں پر بھی عنایات کیں۔

اسی طرح خان بہادر عبداللہ خان کے دوسرے بھائیوں نے بھی جنگ کے دوران اپنے اپنے محاذوں پر انگریز کی طرف سے مجاہدین آزادی کے ساتھ جنگ لڑ کر جاگیریں خطابات، تمغہ جات اور انعامات حاصل کئے۔ جنکی طویل تفصیل مصنف نے اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ ان تفاصیل پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ضلع میں برطانوی سرکار کے لئے اس خاندان کی خدمات نہایت اہم ہیں۔ ملک عطا محمد خان رئیس کالا باغ کے خاندانی حالات بھی خاص طور پر درج کئے گئے ہیں۔ کالا باغ پنجاب کے اعوانوں کا قدیم مرکز ہے۔ سب سے پہلا اعوان جو یہاں آ کر آباد ہوا، یہ نمک کی کانوں پر قابض ہو کر یہاں کا متمول رئیس بن گیا۔ اس کا نام بند علی یا بندہ علی بتایا گیا ہے۔ اس کی وفات کے بعد سکھوں کے دور میں اس خاندان کے افراد پر زوال آیا۔ انہوں نے اپنے وجود کو برقرار رکھا، اس وقت یہاں کا رئیس ملک اللہ یار تھا۔

جب سکھوں پر انگریزوں نے فتح حاصل کی تو یہاں کے اعوانوں نے دوران جنگ انگریزوں کا ساتھ دیا۔ ملک اللہ یار خان کی شاخ سے ملک مظفر خان تھا، جب ۱۸۵۷ء میں مجاہدین نے اعلانِ آزادی کر کے انگریز کے خلاف جہاد شروع کیا تو ملک مظفر خان ابتدا میں ملک فتح خان ٹوانہ کے رسالہ میں شامل ہو کر انگریز کیلئے جنگی خدمات انجام دیتا رہا۔ پہلے ایک جھڑپ میں جب ملک فتح خان مارا گیا تو ملک مظفر خان سکھوں کے ساتھوں قید بھی ہوا اور گجرات سے فدیہ دے کر رہا ہوا تھا۔ سر لیپل گریفن نے لکھا ہے کہ ایامِ غدر میں تمام ملک عملی طور پر وفادار ثابت ہوئے۔ ملک مظفر خان اور اس کے بیٹے یار محمد خان نے تقریباً سو سوار بھرتی کئے اور ایڈورڈ صاحب کی خدمت میں بجاآوری خدمات کے لئے حاضر ہوئے اور شہر کے ایک دروازہ پر انہیں متعین کیا گیا۔ ان خدمات کے صلہ میں مظفر خان کو خان بہادر کا خطاب ملا۔

جب مظفر خان اپنے باپ کی جگہ رئیس مقرر ہوا تو اس نے برطانوی حکام کو ہمیشہ مدد دی اور بالخصوص افغانستان کی لڑائی کے دوران

کرم کے راستے بار برداری کے لئے خچریں اور اونٹ مہیا کئے۔ملک مظفر خان کا بیٹا یار محمد خان بھی ہمیشہ برطانوی حکام کی خدمت کے لئے مستعد رہا۔جب برطانوی فوج نے پشاور میں مجاہدین کے ساتھ جنگ لڑی تو یہ برطانوی فوج میں دفعہ دار تھا۔اس خدمت کے عوض اس خاندان کو کالا باغ میں اور دیگر مقامات پر وسیع جاگیریں اور انعامات ملے۔میانوالی کے ضلع میں رسالدار اور مردان علی کے خاندان کا ذکر ملتا ہے جس نے مقدور بھر برطانوی سرکار کی خدمت کر کے صلہ پایا۔

ضلع لائل پور

ضلع لائل پور میں خان بہادر محمد سعادت علی خان کھرل رئیس اعظم کمالیہ کے خاندانی حالات اور برطانوی سرکار کے لئے اس خاندان کی گراں قدر خدمات کا ذکر سر لیپل گریفن نے کئی صفحات پر کیا ہے لیکن بحیثیت مجموعی کھرلوں کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا اور شائد اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس خاندان کے ایک بہادر اور باضمیر سردار احمد خان کھرل نے اپنی برادری کے بہت سے لوگوں کو ساتھ ملا کر انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا تھا، جس کا ذکر مصنف نے خود بھی کیا ہے۔

جن لوگوں نے احمد یار خان کھرل جیسے غیرت مند اور باضمیر انسان کی مخبری کی تھی۔انہیں برطانوی سرکار کا وفادار اور نمک حلال لکھا ہے۔لکھتا ہے کہ ''ستمبر ۱۸۵۷ء میں جبکہ قوم کھرل کا بہت سا حصہ احمد خان کی ماتحتی میں باغی ہو گیا تو سرفراز خان سرکار کا وفادار اور نمک حلال رہا اس نے کپتان الفنٹن صاحب کو ان کے مکان پر رات کو آ کر بتایا کہ فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ازاں بعد یہ باغیوں کے ارادوں کی خبریں حاصل کرنے کے لئے بہت مفید رہا، جب وہ منتشر ہو گئے تو اس نے لوٹے ہوئے مال کی برآمدگی میں مدد دی۔ان خدمات کے عوض اس کو خان بہادر کا خطاب پانچ سو روپے انعام اور حسین حیات ۵۲۵ روپے کی جاگیر دی گئی۔

اس کے بعد اس کے بیٹے امیر علی کو وہ ساری مراعات حاصل رہیں۔اس خاندان کے رئیس محمد سعادت علی خان کو جدی خدمات کے عوض خان بہادر کا خطاب دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اسے چھ دیہات کے مالکانہ حقوق بھی دیئے گئے۔قصبہ کمالیہ کے بانی کمال دین کے دو پوتے ابراہیم اور علاء الدین تھے۔ابراہیم کی شاخ سندھ چلی گئی اور علاء الدین کی شاخ کے تمام لوگوں کو برطانوی سرکار سے جاگیریں، خطابات اور اعلیٰ سرکاری عہدے ملے، جن کا الگ الگ ذکر مصنف نے اپنی کتاب میں بڑی تفصیل سے کیا ہے۔

ضلع ملتان

ملتان کی سرزمین پر حضرت شیخ بہاالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد اور اس آستانہ کے متولیوں کو تقدس کا درجہ حاصل ہے لیکن حیرت ہے کہ موقع شناسی میں یہ خانوادہ بھی دوسروں کی طرح ہی رہا ہے۔مصنف نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کے مختصر لکھنے کے بعد اس خانوادہ کی خدمات کا بھی اعتراف کیا ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں مخدوم شاہ محمود نے گورنمنٹ کی بڑی اچھی خدمت انجام دی یعنی یہ صاحب کمشنر بہادر کو ان تمام ضروری واقعات کی خبر دیتا رہا جو اس کو معلوم ہوتے رہتے تھے اور غلام مصطفیٰ خان کے رسالہ کے لئے بیس آدمی، گھوڑے اور کئی آدمی نئی پولیس کے واسطے مہیا کئے۔اس نے پولیس اور فوج میں اور آدمی دے کر بھی مدد کی اور خود بھی کرنل ہملٹن کے ہمراہ ۲۵ سواروں کا رسالہ لے کر باغیوں، یعنی مجاہدین آزادی کے ساتھ لڑنے گیا اور کچھ کیمپ کی خدمت بھی اپنے ذمہ لی، جو سامان اگلے پڑاؤ پر بھیجا جا رہا تھا، اس کی حفاظت کی ؛ جنگ کے اس موقع پر مخدوم شاہ محمود کی موجودگی سے باغیوں یعنی مجاہدین پر بڑا اثر پڑا۔انہوں نے یہ دیکھ کر کہ خود ان کے مذہب کا ایک نہایت مقتدر آدمی اور پیشوا ان کی بغاوت یعنی جہاد، کے خلاف ہے اپنے دل ہار دیئے۔

ملتان میں بغاوت یعنی جہاد، کرنے والی رجمنٹوں سے ہتھیار چھیننے کے موقع پر مخدوم ممدوح نے مع اپنے مریدین کے صاحب کمشنر کا ساتھ دیا اور اس پل پر کی حفاظت کے لئے کمشنر سے ملا، جس سے گزر کر لوگ چھاؤنیوں کو جاتے تھے۔ مخدوم کے مریدوں میں سے کوئی بھی باغیوں کے ساتھ شامل نہیں ہوا اور یوں اس کی کارگزاری اور خیر سگالی مخدوم پاک پٹن کی کارروائی اور خیر خواہی سے بڑھ کر رہی کیونکہ پاک پٹن کے مخدوم کے پیرو بلوۃ گوگیرہ کے موقع پر بلوائیوں کے آگے آگے تھے۔

ان خدمات کے صلہ میں مخدوم شاہ محمود کو ۳۰۰۰ ہزار روپے نقد انعام ملے۔ زیارت کے نقد وظیفہ کا تبادلہ ۱۷۸۰ روپیہ مالیہ کی ایک خصوصی جاگیر کے ساتھ کر دیا گیا اور یہ جاگیر ان کو ۵۵۰ روپیہ مالیت کے ۸ چاہات کے علاوہ تھی، جو مخدوم کو تاحیات عطیہ کے طور پر ملے ۱۸۶۰ء میں حضور وائسرائے کی لاہور تشریف آوری کے موقع پر مخدوم کی ذاتِ خاص کے لئے ایک باغ ۱۵۰ روپے سالانہ آمدن کا عطا ہوا جو بھنگی والا باغ مشہور ہے، اس آستانہ عالیہ کے متولیوں کی انگریز سرکار کے لئے خدمات کا تذکرہ پنجاب چیفس کے مصنف نے بڑے احترام اور وضاحت سے کیا ہے آگے چل کر لکھتا ہے مخدوم محمود شاہ شیخ حسن شاہ کا فرزند تھا اور بی بی رجی صاحبہ دختر شیخ محمد غوث جو شیخ بہاءالدین زکریا قدس سرہ العزیز سے ۱۹ ویں پشت سے تھے، اسے اپنی گود میں لیا تھا۔ مخدوم محمود شاہ کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوا اور اس کی جگہ اس کا خلف الصدق مخدوم بہاول بخش حضرات شاہ رکن عالمؒ اور بہاءالدین زکریاؒ کی درگاہوں کا سجادہ نشین ہوا محمود شاہ مرحوم مخدوم کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے اندر دفنایا گیا ہزار ہا مسلمان مخدوم کے جنازہ میں شامل ہوئے۔ مخدوم بہاول بخش کے نام ان کے والد کی جاگیریں اور دیہات و باغات بدستور بحال رہے اور نہر کی آمدن سے بھی ان کا حصہ رکھا گیا۔

دربار لاہور منعقدہ ۱۸۸۰ء کے موقع پر ان کی خدمات بالخصوص افغانستان کی جنگ میں انگریزوں کی مدد کے پیش نظر مخدوم بہاول بخش کو خلعت عطا ہوا کیونکہ جنگ کے دوران مخدوم نے انگریز افسروں کو بار برداری کے لئے گھوڑے، خچریں اور اونٹ بڑی تعداد میں مہیا کئے تھے اور افغانستان میں انگریزوں کی طرف سے خود بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی درخواست کی تھی۔

مخدوم کو ۱۸۸۷ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا اور یہ چند سال تک میونسپل کمیٹی کا ممبر بھی رہا اس حیثیت میں بھی اس نے بہت سی اراضیات حاصل کیں ۱۸۹۶ء میں اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی مخدوم شیخ حسن بخش اس جلیل القدر درگاہ کا متولی مقرر ہوا۔

جسے انگریز سرکار نے ۱۸۹۶ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا اور ۱۹۰۵ء میں اسے گراں قدر خدمات کے عوض خان بہادر کا خطاب دیا گیا اور ساتھ ہی اسے پراونشل درباری بھی بنایا گیا۔ ۱۹۲۱ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا مرید حسین سجادہ نشین بنا جو پہلے کیمبلپور میں رسالدار تھا سجادہ نشین کے بعد اسے بھی پراونشل درباری بنایا گیا اس کے ساتھ ساتھ اسے آنریری مجسٹریٹ اور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے بھی سونپ دیئے گئے اس کے بعد اسے نواب کا خطاب دیا گیا اور ان سب مرحلوں سے گذرنے کے بعد اسے لیجسلیٹو اسمبلی کی ممبری بھی دی گئی۔ آگے اس خاندان کے تمام افراد کے اعزازات اور املاک کا ذکر مصنف نے پوری تفصیل سے کیا ہے جس سے اس جلیل القدر درگاہ کے سجادہ نشینوں کی جلالت قدر کا اندازہ ہوتا ہے۔

مصنف نے اس ضلع کے خوگانی خاندان کی خدمات کو بھی سراہا ہے وہ لکھتا ہے کہ خوگانی ملتان کے پٹھان خاندانوں میں سے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ یہاں کے موجودہ خوگانیوں کا جداعلےٰ خداداد خان تھا جو تقریباً تین سو سال پہلے غزنی سے یہاں آیا تھا۔ اس خاندان نے اپنی محنت سے یہاں وسیع اراضیات حاصل کیں اور جب انگریزوں کا دور دورا ہوا تو دل و جان سے انکی خدمت بجالا کر اعلےٰ منصب، اعزازات اور جاگیریں حاصل کیں۔

ملتان کی سرزمین پر حضرت یوسف گردیزی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور اس مقبرہ کا شمار ملتان کی قدیم ترین

عمارات میں ہوتا ہے۔ حضرت شاہ یوسف گردیزی کی بیٹی کی شاخ سے جو لوگ ملتان میں آباد ہیں وہ بھی گردیزی کہلاتے ہیں اور مزار مبارک کی تولیت کا شرف بھی انہی کو حاصل ہے۔ ان کے بیٹے سے جو شاخ چلی اسکی آگے تین شاخیں ہوئیں جو آزاد کشمیر ضلع پونچھ میں آباد ہیں اور کچھ گھرانے گنگوہ سیداں ضلع راولپنڈی اور کچھ ہزارہ میں آباد ہیں۔

ملتان کی گردیزی شاخ کا ذکر سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور انگریزوں کے لئے ان کی خدمت کو سراہا ہے۔

مصنف لکھتا ہے کہ اس خاندان کی ایک شاخ موضع کورائی بلوچ تحصیل کبیروالہ میں بھی آباد ہے۔ اس شاخ کا سب سے ممتاز رکن سید مراد شاہ تھا اس نے ریاست بہاولپور میں جج کے عہدہ تک عروج پایا۔ ۱۸۴۸ء میں ملتان کے محاصرہ کے دوران اس نے انگریزوں کی بڑی مدد کی اس لئے یہ الحاق کے بعد جھنگ اور شورکوٹ میں پیش کار مقرر کیا گیا۔ ۱۸۵۰ء میں اس کو تحصیل داری ملی اور اس عہدہ پر اس نے ۱۴ سال خدمات انجام دیں اور بعد میں ترقی پا کر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہو گیا۔ ایام غدر میں اچھی خدمت کے صلہ میں اسے ایک سند اور ۲۰۰ روپے نقد انعام ملا ۱۸۶۵ء میں اسے ریاست بہاولپور میں پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا گیا۔

سر لیپل گریفن نے آگے اس کی اولاد کی ترقی کا حال مفصل لکھا ہے اس کے بعد اس کے بیٹے خان بہادر سید حسن بخش کو بھی برطانوی سرکار نے نوازا۔ ملتان کے گردیزی سادات کی کارگزاریوں، زمینداریوں، عہدوں اور جاگیروں کی تفصیل کافی لمبی ہے۔

خوگیانی پٹھانوں کے ساتھ ساتھ اس ضلع میں انگریز کے ساتھ تعاون کا ذکر بادوزیوں کے بارے میں بھی ہے۔ جس کے ایک گھرانے نے یہاں کافی ترقی کی اس خاندان کا تاریخی پس منظر مصنف نے کافی تفصیل سے لکھا ہے اور بتایا ہے کہ اس خاندان کے بانی کالو کی بارھویں پشت میں صادق محمد خان نے ۱۸۵۷ء تک خاص شہرت حاصل کی۔ اس کے آباؤ اجداد نے اس سرزمین پر تاریخ کے کئی نشیب و فراز اور انقلابات دیکھے ۱۸۴۸ء میں جب ملتان میں جنگ ہوئی تو صادق محمد خان دیوان سول راج کا ساتھ چھوڑ کر ایڈورڈ کے ساتھ ملا اور انگریزوں کی طرف سے سکھوں کے ساتھ جنگ کی۔ انگریزی سرکار نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ جب ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی شروع ہوئی تو صادق محمد خان لاہور میں تھا اس نے برطانوی سرکار کو فوراً اپنی خدمات پیش کیں۔ اس کو سو سوار بھرتی کرنے کا حکم ملا۔ اس کی جگہ ملتان میں اس کے لئے سو سوار حاجی غلام مصطفیٰ نے بھرتی کئے۔ پنجاب کے جنوب کی طرف سے واپس آ کر یہ کرنل ہملٹن کے ساتھ شامل ہوا اور گوگیرہ کے مقام پر مجاہدین آزادی کے ساتھ جنگ کی اور اس کے مختلف مقامات پر مجاہدین کے ساتھ لڑتا رہا۔ جنگ کے خاتمہ پر اسے ملتان میں انکم ٹیکس افسر مقرر کیا گیا ان خدمات کے عوض اس کو جاگیر اور اعزازات ملے، اس خاندان کے دوسرے افراد نے بھی دوران جنگ برطانوی سرکار کے لئے مختلف محاذوں پر انتہائی اہم خدمات انجام دیں۔ جن کا تفصیلی ذکر سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب کی جلد ۲ میں کیا ہے۔

ضلع ملتان میں گیلانیوں کو بھی بڑا بلند مقام حاصل ہے اور ان کی خدمات کو بھی مصنف کتاب نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ مصنف نے سب سے پہلے ملتان کے گیلانیوں کا تاریخی پس منظر بیان کیا ہے۔ جو دو تین صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاندان نے بھی انگریز کا بھرپور ساتھ دے کر اعزازات حاصل کیے ۱۸۴۸ء میں جب انگریزوں نے ملتان فتح کیا تو میجر ایڈورڈ نے سب سے پہلی سند اسی درگاہ کے لئے دی تھی جو انکے بزرگ حضرت موسیٰ شہید کی ہے۔ اس کے بعد اس خاندان سے مخدوم سید نور شاہ نے ۱۸۵۷ء میں خدمات انجام دیں۔ جن کا اعتراف سر جان لارنس نے بھی کیا اور سید نور شاہ کو تین سو روپے کا خلعت عطا کیا اس کے بعد اس خاندان کے تمام افراد ہمیشہ برطانوی سرکار کے خیر خواہ رہے اور سرکار کی طرف سے انہیں ہر دور میں حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔

ضلع ملتان کے ڈاہا راجپوتوں نے بھی برطانوی سرکار کے ساتھ بھرپور تعاون کر کے جاگیریں، انعامات، سندات اور خطابات حاصل کئے۔ عہد مغلیہ سے پہلے جب ملتان پر پٹھان حکمران تھے تو اس زمانے میں ڈاہا راجپوت خاندان سے ایک شخص حسن خان نے یہاں اقتدار حاصل کیا۔

سکھوں کے عہد میں حسن خان کا پوتا زیارت خان یہاں متقدر رہا اور اسوقت کمالیہ، تلمبہ، لڈن اور پٹی کے کاردار اس کے ماتحت تھے جب ملتان پر انگریزوں نے قبضہ کیا تو اس خاندان کے لوگ دل وجان سے انگریزوں کے وفادار رہے۔

جب جنگ آزادی شروع ہوئی تو زیارت خان کے بیٹے خان شاہ محمد خان نے ۶۲ اور ۶۹ پلٹنوں سے بھاگے ہوئے مجاہدین کو گرفتار کروا کے، انگریزوں کے حوالے کیا اور ہندوستانی رسالہ نمبر ۶ کی بہت بڑی مدد کی۔ اس خدمت کے صلہ میں اسے ایک سند عطا ہوئی اور بعد میں اسے ڈویژنل درباری مقرر کیا گیا اس نے اپنی خدمات کے صلہ میں سر رابرٹ منٹگمری کے ہاتھ سے نقد انعام وصول کیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کرم خان ذیلدار اور ڈویژنل درباری بنایا گیا۔ جس نے ۱۸۶۸ء کی سرحدی لڑائیوں میں انگریزوں کی مدد کی اس نے دوران جنگ سامان پہنچانے کے لئے گھوڑے، خچر اور اونٹ مہیا کئے اور اس کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کو فوج میں بھی بھرتی کرایا۔

سر لیپل گریفن نے کرم خان کے لڑکوں کی خدمت اور انکی ترقیوں کا حال بڑی تفصیل سے لکھا ہے ان لوگوں کو جاگیریں، انعامات اور اعلٰے سرکاری عہدے دیئے گئے۔

ضلع مظفر گڑھ

ضلع مظفر گڑھ کے بااقتدار لوگوں میں خان بہادر نواب محمد سیف اللہ خان رئیس خان گڑھ کا ذکر سر فہرست ہے اور اس خاندان کا بانی حسین خان تھا اور اس کا تعلق ملتان کی پٹھان شاخ سے تھا۔ جب انگریزوں نے ملتان میں سکھوں سے جنگ کی تو سیف اللہ خان کے باپ اللہ داد خان نے ایڈورڈ کے ساتھ شامل ہو کے اس جنگ میں حصہ لیا۔ ۱۸۵۷ء میں بھی یہ برطانوی سرکار کا خیر خواہ رہا۔ اس نے نمبر ۶۸ بنگال بٹالین کے مجاہدین کو قتل کرنے میں سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور اس کے عوض اس کو خلعت عطا ہوئی۔ اسے اس کے علاقہ خان گڑھ کا آنریری مجسٹریٹ بھی مقرر کیا گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد سیف اللہ اس منصب پر فائز ہوا اور اسے حکومت برطانیہ نے ترقی دے کر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا، اسے خان بہادر کا خطاب دیا گیا اور اس کی جاگیروں و مراعات میں بھی اضافہ ہوا۔ اس ضلع میں انگریز سرکار کے لئے میاں غلام جیلانی کے خاندان کا ذکر بھی کتاب میں ہے۔

ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان سے نواب بہرام خان مزاری سی آئی ای سردار جمال خان لغاری آنجہانی لطف حسین خان المعروف میاں شاہ نواز رئیس سرائی حاجی پور، سردار مبارک خان کھوسہ، سردار درین خان دریشک ، سردار حلب خان گرجانی سی آئی ای، خان بہادر سردار غلام حسین تمندار سوری لنڈی، سردار فضل علی خان قیصرانی، سردار ہیمو خان، خان اللہ بخش سدوزئی، محمد عظیم تحکانی، میاں غلام حیدر میرانی اور میاں حامد تونسہ شریف وغیرہم کے حالات اور ان کی الگ الگ خاندانی تاریخ کتاب میں درج ہے۔

اس حصۂ کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی چنگاریاں اس علاقہ تک نہیں پہنچیں کیونکہ ان سرداروں، زمینداروں اور جاگیرداروں کے ہاتھ مجاہدین آزادی کے خون سے رنگے ہوئے دکھائی نہیں دیتے۔ ابتدائی دور میں اس علاقہ کے سردار زمینوں کے لئے آپس میں لڑتے رہے، جب سکھوں نے اس علاقہ پر قبضہ کیا تو بعض سکھوں سے لڑتے رہے اور سکھوں کو خوش کر کے اپنی املاک بڑھاتے رہے۔ جب پنجاب سے سکھوں کا خاتمہ ہوا اور برطانوی سرکار کی عملداری ہوئی تو برطانوی سرکار نے ہر سردار کو اسکے رتبہ کے مطابق خوش کر کے اپنے ساتھ ملا لیا لیکن ان کی آپس کی چپقلش بدستور جاری رہی۔

O